رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم

بدر

ایڈیٹر
شیخ
یعقوب علی تراب
احمدی

جلد ۲ نمبر ۲۲ قادیان دارالامان ۱۴ جولائی ۱۹۱۸ء

Digitized by Khilafat Library

حضرت خلیفۃ المسیح کا ڈلہوزی میں پہلا ہفتہ

جیسا کہ قارئین کرام کو معلوم ہے حضرت خلیفۃ المسیح طبی مشورہ کے ماتحت ڈلہوزی تشریف لے آئے ہیں ۲۵ رجون کی دوپہر کو آپ سوا ۴ بجے ڈلہوزی پہونچے بنی کہیت پہونچکر سواری چھوڑ دینی پڑی اور حضرت مولوی شیخ عبدالرحمن صاحب ڈاکٹر صاحب قبلہ اور حضرت صاحبزادگان کو ساتھ لیکر سیدھے پہاڑ پر چڑھ کر ڈلہوزی پہونچے۔ یہ راستہ قریباً ۲ میل ہے باقی خدام اسباب کے ہمراہ ٹھہر گئے تھے۔ کیونکہ آج کل پرانی سڑک زیر تعمیر ہونے کے باعث یکہ و ٹانگہ وغیرہ ایک دوسری سڑک سے جاتے ہیں احد ٹریفک کا ایک انتظام اور ترتیب قائم رکھنے کیواسطے ضروری ہے کہ جو یکے وغیرہ نیچے سے ۱۲ بجے کے بعد آئیں وہ پانچ بجے اوپر جائیں۔ اس انتظام کے ماتحت ہم اس وقت تک ٹھہرنے کے لئے مجبور تھے۔ اور حضرت پیشتر تشریف نہ لے گئے۔ یہ تشریف لیجانا اس وجہ سے نہیں تھا۔ کہ آپ کو جلدی پہونچنے کا خیال تھا۔ بلکہ کام کی تقسیم کی گئی تھی۔ ایک حصہ اسباب کے ساتھ رہا اور دوسرا طبقہ تلاش مکان کے لئے آگے گیا۔ اور یہ کام زیادہ مشکل تھا۔ اس حصہ کو حضرت نے اپنے ذمہ لیا۔ چنانچہ آپ نے پہونچکر مکان کا انتظام کیا۔ چنانچہ آپ ایک ہوٹل میں اتر پڑے چودھری محمد اسماعیل خان صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع جو پہلے سے ڈلہوزی موجود تھے۔ اونہوں نے ہر طرح اپنے اخلاص و حمیت کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا دے۔

مطبوعہ احمدیہ پریس قادیان باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پروپرائٹر پبلشر شائع ہوا

اخلاق محمود کا ایک پہلو

میرے لئے تو یہ پہلا موقعہ حضرت کے ہمراہ سفر کرنے کا نہیں تھا۔ اس لئے میرے واسطے یہ کوئی اچنبھا اور عجوبہ نہ تھا۔ لیکن ممکن ہے کہ جماعت کے بہت بڑے حصہ کو اس خصوص کا علم نہ ہو۔ سفر میں میں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو اس وقت بھی دیکھا ہے۔ جب آپ خلیفہ نہ تھے اور اب خلیفہ ہونے کی حالت میں بھی دیکھا ہے۔ دونوں حالتوں میں یہ امر میرے مشاہدہ میں آیا کہ آپ کی کوشش ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ اپنے رفقاء سفر کو آرام ملے اور اس قصد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے کبھی اپنی کسی خوقیت یا خصوصیت کو مدنظر نہیں رکھا۔ ہندوستان کے سفر میں بیسیوں دیکھا اور میرے ساتھ والوں نے مشاہدہ کیا تھا کہ بعض اوقات آپ سب سے پہلے صبح کو اٹھتے اور کسی نہ کسی دوست کے سرہانے پانی کا لوٹا بھر کر رکھ دیتے اور پھر اسے جگاتے۔ ریلوے سٹیشن پر اگر دوسرے اسباب اٹھاتے تو آپ بھی ضرور اٹھاتے۔ گویا اپنے عمل سے دکھاتے تھے کہ رفقاء سفر کے ساتھ کیا اور کیسا سلوک ہونا چاہیئے۔

حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ میں ایسے واقعات کا پتہ ملتا ہے کہ آپ سفر میں کس طرح تقسیم محنت کے اصول کی عملی تعلیم دیا کرتے۔ ایک موقعہ پر جب کہ صحابہ نے کھانا پکانے کے لئے مختلف کاموں کو تقسیم کیا تو وہ سید الاولین والآخرین آپ لکڑیاں لینے چلا گیا اس قسم کے واقعات معمولی نظر سے نہیں دیکھے جا سکتے۔ بلکہ ان کے اندر اخلاق فاضلہ کی بہت بڑی خاصیت ہے۔ ایک معمولی درجہ کے انسان کا اپنے دوستوں یا رفقاء کے زمرہ میں ایسی بات کر لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا لیکن وہ جو ایک دنیا کا چرچا اور قلوب اور نفوس پر کلی حکومت و اقتدار رکھتا ہے جس کے اشارہ پر ایک دنیا جان و دل فدا ہے اپنی معمولی بات اور اپنی انتہائی مراد سمجھتی ہے اس کا اپنے غریب اصحاب کے ساتھ اس شان سے پیش آنا اپنی فوقیت کا ذرا بھی خیال نہ کرنا بے نظیر بات ہے۔

اسی طرح پر حضرت اولوالعزم اپنی جماعت میں خلیفہ ہونے سے پہلے بھی مخدوم تھا۔ لیکن وہ اس حالت میں بھی سفر میں اپنے دوستوں کی دلجوئی اور خاطرداری کو ملحوظ خاطر رکھتا اور اب خلیفہ ہونے کی حالت میں یہ خلق اور بھی ترقی کر گیا ہے۔

یہ پہلا موقعہ نہیں بلکہ قیام ڈلہوزی میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ آپ کار و بار میں برابر حصہ لیتے اور اپنے ہاتھ سے اکثر کام کرتے اور اپنے خدام کے لئے کرتے ہیں اور ان کے آرام و آسایش کا خیال اپنے نفس سے بڑھ کر ہے بجالیکہ آپ نصیب اعدا بیمار ہو کر طبی مشورہ سے یہاں آئے ہیں اور احباب جنکو ساتھ آنے کی عزت و سعادت نصیب ہوئی ہے وہ فخر سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے ہمرکاب ہونے کی عزت ملی اور کوئی ارشاد فرماویں اور اس کی تعمیل کا موقعہ ملے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ آپ اپنے آرام پر ان کے آرام کو مقدم کرتے ہیں اور ان کے زمرہ میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ کسی میں کوئی امتیاز اور فرق نہ تھا۔ اور کوئی شخص باہر سے آئے تو وہ کار و بار کی حیثیت میں شاید آقا اور نوکر میں تمیز نہ کر سکے۔

میں ان لوگوں کو جو یہاں نہیں آپ کی سیرۃ کے اخلاقی پہلو کا نقشہ کس طرح کھینچ کر دکھاؤں الفاظ اس سے قاصر ہیں بلکہ مجھے کہنے دو۔ کہ مصور کا قلم بھی پورا نقشہ نہیں دکھا سکتا۔ آج فاروق اعظم کا اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے بیت المقدس میں داخل ہونا اور اس پر آپ کے نوکر کا سوار ہونا ایک عظیم الشان اخلاقی اعجاز ہے اور فی الحقیقت ہے مگر جن میں وہ رہتے تھے اور جو روزانہ اس قسم کے اخلاقی اعجاز حضرت فاروق اعظم کے مشاہدہ کرتے تھے ان کے لئے معمولی بات تھی اسی طرح وہ جو اس فضل عمر (متعنا اللہ بطول حیاتہ) کے ارد گرد ہیں ان باتوں کو روزمرہ کی باتیں دیکھ کر شاید معمولی سمجھیں مگر وقت آئیگا کہ اخلاقی اعجاز کے یہ واقعات لاکھوں قلوب پر ایک خاص تاثیر والیں گے اور اس بڑی شخصیت کی اخلاقی تاریخ ان سے مرتب ہوگی۔

مختصر آپ تلاش و انتظام مکان کے لئے یہ تشریف لے آئے اور ایک ہوٹل میں قیام فرمایا باقی جماعت خدام بھی آپہنچی۔

قیام ہوٹل سے دوسرے مکان کی تلاش تک

ہوٹل کا محل وقوع اور خصوصاً وہ کمرے جو لئے گئے تھے۔ ایسی جگہ تھے جو صحت کے لئے مفید نہ تھے اس لئے اسی دن سے تلاش مکان کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور اس کام کو حضور نے اپنے ہی ہاتھ میں لیا دلہوزی کے مختلف حصص میں حضرت خود پھرے اور بہروں اور خدمتگاروں اور دوسرے لوگوں سے کوٹھیوں پر جا جا کر دریافت کیا کہ کوئی حصہ کوئی کمرہ کوئی مکان خالی ہو۔ ۲۵ سے ۲۹ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس غرض کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کو خوب پھرنا پڑا۔ آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے موجودہ مکان مل گیا۔ اس مکان کے دو بڑے کمرے ہیں اور خانصاحب میاں محمد عبدالرحمٰن خان صاحب اور خانصاحب میاں محمد عبداللہ خانصاحب بھی تشریف لا چکے ہیں۔ اس لئے حضرت نے اپنے کمرے میں ان کے لئے ایک جدید پارٹیشن قائم کر کے ایک کمرے کے دو کمرے بنا دیئے ہیں۔ ایک میں آپ فروکش ہیں اور دوسرے میں خان صاحبان اور ایک کمرے میں باقی قافلہ برآمدے میں حضرت صاحبزادگان صاحبان مع مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور خلیفہ تقی الدین صاحب کے۔

روزہ مکان کے مستقل انتظام کے بعد روزہ کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے حضرت بھی ارادہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن روزہ رکھ کر دیکھوں طبیعت برداشت کر سکتی ہے یا نہیں۔ باقی خدام کو التزام کے ساتھ روزہ رکھنے کی ہدایت ہی نہیں فرماتے ان کے آرام اور سہولت کا خاص لحاظ رکھتے ہیں۔ بعض معذوروں کے سوا تمام قافلہ خدا کے فضل سے روزہ رکھتا ہے۔ نہایت فیاضی اور وسعت حوصلہ کے ساتھ ہر شخص کی ضروریات کا لحاظ آپ رکھتے ہیں باورچی خانہ کے عملہ تک کے اشخاص کی ضرورتوں کو بھی مدنظر رکھتے ہیں اور آپ کی کوشش یہی ہے کہ سب کو آرام پہونچے۔ نمازوں کے ٹھیک وقت پر ادا کرنے کا التزام کیا گیا ہے مؤذن کو اوقات نماز کا آرڈر دیدیا گیا ہے کہ ان اوقات پر وہ اذان کہدے۔

گناہ پیدا کرنے والی سہل انگاری

ایک دن فجر کی نماز کے وقت ایک شخص سفر سویا ہوا تھا۔ اور اس کا ہمسایہ بیدار تھا۔ اس کو مخاطب کر کے فرمایا اس کو کیوں نہیں جگایا۔ یہ ٹھیک نہیں بعض وقت آدمی سمجھ لیتا ہے کہ یہ آرام سے سوتا ہے اس کو جگانا تکلیف دینا ہے مگر ایسا خیال بہت برا ہے اور گناہ ہے۔ نماز کے لئے پکڑ کر جگا دینا چاہیئے۔ اور کبھی یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ اس کو تکلیف ہوگی یا وہ بے آرام ہوگا۔ اس کے ایسے آرام کا خیال اس کو ایک نیکی سے اور بہت بڑی نیکی اور ایک فرض کی ادائگی سے محروم کرنے کے جرم کا ارتکاب ہے۔ ہمسایوں کے حقوق کا پورا خیال رکھنا چاہیئے اور ان حقوق میں انکو آرام پہونچانا بڑی بات ہے اور انکو نیکیوں کے لئے مستعد کرنا سب سے بڑا آرام ہے۔ آئندہ کبھی ایسا نہ ہو کہ ایک شخص سویا پڑا ہو اور نماز کا وقت ہو اور دوسرا اسے نہ جگائے۔

غرض یہ ایام بہت پر لطف ہیں۔ مکان کی طرف سے گو نا اطمینان ہو گیا ہے اور حضرت کی صحت پر بھی خدا کے فضل سے اچھا اثر ہے گو ابھی کسی نہ کسی رنگ میں کوئی نہ کوئی شکایت چلی جاتی ہے۔ لیکن بہ ہیئت مجموعی خدا کا فضل ہو رہا ہے۔ یہ پہلا ہفتہ اس قسم کی مصروفیتوں میں گذرا ہے۔ اسی ضمن میں ایک روز پہرتے ہوئے ضلع گورداسپور کے سابق ڈپٹی کمشنر جناب مسٹر ایچ۔ ڈی۔ والسن صاحب سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ صاحب موصوف اپنے شریفانہ اخلاق کے باعث ہمیشہ مشہور رہے ہیں انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح کو پہنچانا اور استفسار حالات کے بعد ملاقات کی بسرت آمیز خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح مسٹر موصوف سے جا کر ملے جو حضرت خلیفۃ المسیح سے نہایت اخلاق اور اکرام سے پیش آئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر مکرر ملاقات کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

انگریزی افسروں کے اخلاق

قلوب کی تسخیر کے لئے اخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اور حکومت کے اعضا کا یہ پہلا فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق قافلہ سے رعیت کے دلوں میں گھر کریں۔ انگریزی حکومت کے میں جس قدر اوپر چلو افسروں کے اخلاق میں نمایاں تبدیلی ہے وہ نہایت شریفانہ طور پر رعایا کے ہر فرد سے سلوک کرنے کو طیار رہتے ہیں۔ مسٹر والٹن جب تک ضلع گورداسپور میں رہے عام لوگ بھی ان کے شریفانہ اخلاق کے مداح رہے اور اب ضلع جالندھر کے لوگوں کو یہ مسرت حاصل ہے کہ ان کو ایک ایسا افسر ملا ہے۔

گورنمنٹ کو یہ امر خاص طور اپنے نوٹس میں رکھنا چاہیئے۔ کہ اضلاع کے آفیسر اپنے عام اخلاق کے لحاظ سے کس حد تک اپنے علاقہ میں مشہور ہیں۔ بعض اوقات کسی افسر کی ذرا سی بے توجگی یا خشکی قلوب پر بہت برا اثر ڈالتی ہے۔ بلکہ یہ کہدینا ہرگز بے محل نہیں کہ ملک میں جو سیاسی حالت پچھلے دنوں پیدا ہوئی تھی اس کے ابتدائی اسباب میں بعض افسروں کی بدمزاجی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال ایسے آفیسر گورنمنٹ کے لئے اور رعایا کے لئے ایک برکت ہیں۔ (باقی آئندہ)

نوٹ۔ پٹھانکوٹ سے ڈلہوزی تک کا سفر مختصراً الگی اشاعت میں درج ہوگا۔

ڈلہوزی

حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحت وغیرہ کے متعلق جو خبریں روزانہ ڈلہوزی سے آتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی صحت خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھی ہے اب روزانہ سیر کے لئے تشریف لیجاتے ہیں اور کبھی کبھی بعض احباب کو اپنے ہاتھ سے خط بھی تحریر فرماتے ہیں۔

ڈلہوزی میں اور قادیان میں عید گیارہ تاریخ کو ہوئی۔

ایک آزاد خیال عیسائی سے گفتگو

۵ جولائی ۱۹۱۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ایک نوجوان تعلیم یافتہ اور آزاد خیال عیسائی صاحب تشریف لائے۔ جو دراصل مذہب حقہ کی تلاش و جستجو میں ہیں اور انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح سے ابتدائی ملاقات کی اس ابتدائی ملاقات کے ضمن میں ہی بعض لطیف مسایل پر گفتگو کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ ہرچند نہ تو صاحب موصوف کا منشاء تھا۔ کہ آج وہ کوئی سلسلہ مذہبی گفتگو کا شروع کریں۔ اسوقت اس کا بہترین موقعہ ہوگا مگر ایک موقعہ پر سلسلہ گفتگو میں صاحب موصوف نے ایک ایسا شبہ پیدا کر دیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک پر حملہ تھا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت دیکھنے کے قابل تھی آپ اس غیرت سے متحرک ہوکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ کے لئے آپ رکھتے ہیں باوجود آج طبیعت کے ناساز ہونے کے بڑے جوش کے ساتھ اس کا جواب دینے کے لئے طیار ہوگئے۔ اور ایسا مسکت جواب دیا کہ صاحب موصوف کو اپنے شبہ پر نادم ہونا پڑا میں اس مکالمہ میں ان کا نام نہیں دونگا۔

تاریخی سلسلہ کو درست رکھنے کے لئے مجھے اتنا اور اضافہ کر دینا چاہیئے کہ عصر کی نماز کے بعد صاحب موصوف ایسے وقت تشریف لائے کہ حضرت خلیفۃ المسیح جن کی طبیعت آج اچھی نہیں تھی اور صبح سے باہر بھی نہیں گئے تھے تشریف لیجا رہے تھے مگر آپنے اپنی صحت کو اس غرض پر قربان کر دیا۔ ایدہ اللہ الاحد ۔ ایڈیٹر

ابتدائی تعارف چوہدری محمد اسمٰعیل خان صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع نے

کرایا۔ اور حضرت نے گفتگو اس جملہ سے شروع کیا۔

حضرت ۔ آپ کس مذہب کے پیرو ہیں۔

عیسائی ۔ میں بظاہر عیسائی ہوں ۔ مگر میری رائے میں مذہب کی بنیاد نیچرل اصولوں پر رکھنی چاہیئے ۔ ہر مذہب کے اصول اس پر ہوں جو امور تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر صحیح ثابت نہ ہوں وہ مذہب میں داخل نہیں ہونے چاہیں ۔ عقل کے خلاف نہ ہوں۔

حضرت ۔ خلاصہ آپ کے بیان کا یہ ہوا کہ مذہب کی بنیاد عقل پر ہو۔ مشاہدہ تجربہ وغیرہ یہ سب عقل ہی کی شاخیں ہیں۔ لیکن جہاں تک آپ مذہب کے معاملہ میں چلے ہیں اس میں خدا کا وجود بھی داخل ہے یا نہیں آپ کسی ایسی ہستی کے بھی قائل ہیں جو بالارادہ کام کر رہی ہے۔

عیسائی ۔ اگر کوئی ایسی ہستی ہے تو اس کے صفات بھی نیچر کے مطابق ہوں ؛

حضرت ۔ ابھی صفات کا سوال نہیں پہلے تو یہ سوال ہے کہ کوئی ہستی ہے بھی یا نہیں ؛

عیسائی ۔ ہاں ایک پاور (طاقت) ہے ؛

حضرت ۔ پاور اگر محض ہو تو بالارادہ نہیں ہوگی (عیسائی) پاور میں ایک طریقہ عمل مشینری کی طرح ہے اور وہ خود حرکت دہندہ ہے۔

حضرت ۔ جب وہ حرکت دہندہ ہے اور اس نے نیچر کو بنایا تو ایسے بالارادہ تو تسلیم کرنا پڑیگا ۔ عیسائی ۔ ہاں کرنا تو چاہیئے۔

حضرت ۔ بعض لوگ اس کے بالارادہ ہونے کے منکر ہیں ؛

عیسائی ۔ میں مادہ کو مخلوق نہیں مانتا ۔ کیونکہ مادہ ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ خدا بھی اس کو ضائع نہیں کر سکتا۔ اور ایسی دو تین چیزیں ہیں۔ جو مخلوق نہیں ایک خلا ہے۔ ایک وقت ہے۔ ایک مادہ ہے۔ ان میں خدائی صفات پائی جاتی ہیں یعنی نہ ان کا اغاز ہے نہ انجام اور یہی خدا کی صفات ہیں

حضرت ہم تو خدا کو ان صفات میں محدود نہیں مانتے ۔ صفات الٰہی کے مسئلہ پر جب گفتگو ہوگی تو اس کی حقیقت انشاء اللہ میں بیان کرونگا

عیسائی ۔ خدا میں تمہارے کی صفت تو پائی جاتی ہے مگر رحیم کریم کی کوئی صفت نہیں ؛

حضرت میں نے تو کہدیا ہے کہ صفات الٰہی کا مسئلہ جس وقت آئیگا میں اسے ثابت کر کے دکھاؤنگا۔ ابھی تو میں نے پہلے اس لئے دریافت کیا تھا۔ کہ آپ مذہب میں خدا کی ہستی کے کہاں تک قائل ہیں جو شخص کسی مذہب سے تعلق نہیں رکھتا وہ چونکہ کسی قانون کا تو پابند نہیں اس سے طریق گفتگو اور ہوگا لیکن جو ایک مذہب رکھتا ہے اس سے اس اصول کے اندر گفتگو ہو سکتی ہے جو وہ مانتا ہے تو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آپ نے اپنا مذہب کیا تجویز کیا ہے خواہ وہ مرکب ہی ہو۔ کچھ آریوں سے کچھ دہریوں سے کچھ یہودیوں سے ۔ کچھ عیسائیوں سے کچھ مسلمانوں سے لیا ہو ؛

عیسائی ۔ میں معجزات کا بھی قائل نہیں۔

حضرت ۔ میں تو قائل ہوں جب میں اس کی تشریح کرونگا تو آپ اس پر سوال کر سکیں گے ۔ ہمارا کام خدا کے فضل سے یہ ہے کہ آپ سے اقرار کرا لیں کہ نیچرل معجزات کا انکار نہیں کر سکتا۔ آپ کو سوش کرا دیں لیکن تسلی کرا دینا یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔

اس کے بعد اس سلسلہ کلام کو یہیں چھوڑ کر عیسائی صاحب کہا کہ میری سمجھ میں تو یہ نہیں آتا کہ مسیح بغیر باپ کے کیونکر پیدا ہو گیا اور کہا کہ ایک پادری صاحب مجھے ملے وہ دراصل دہریئے تھے مگر کچھ ڈرتے تھے میں نے جب انکو کہا کہ میں ان خیالات کو نہیں مانتا تو انہوں نے بھی کہدی سے کہدیا کہ میں بھی نہیں مانتا ہوں دراصل یورپ میں بہت لوگ ہیں جو ان باتوں کو نہیں مانتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے اس سلسلہ کلام کی تائید میں فرمایا کہ ولایت میں تو بعض بشپ بھی عیسائی مذہب کے ان اصولوں کے قائل نہیں۔ اور حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان فرمایا کہ ایک پادری جو واعظ بھی تھے الوہیت مسیح کا قائل نہ تھا۔ مولوی صاحب نے اس سے پوچھا کہ پھر تو اس پر لعنت

کس طرح کرتا ہے اس نے جو ابھی میں ہمیشہ وعظ کے اس حصہ میں جایا کرتا ہوں جو اخلاق سے متعلق ہوتا ہے۔ غرض کچھ دیر تک عیسائیت کی موجودہ حالت پر جو لاہور ہی کی حالت ہے گفتگو ہوتی رہی۔

دراصل یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کامیابی کا ایک بین ثبوت تھا جو ایک عیسائی دے رہا تھا کہ عیسائیت کی بنیادیں ایسی متزلزل ہو چکی ہیں کہ اب عیسائی گھروں میں رہ کر عیسائی اس سے متنفر ہو رہے ہیں۔ اور یہی کسر صلیب کی حقیقت ہے اندر ہی اندر عیسائیت سے لوگ بیزار ہو رہے ہیں اب عیسائیت بطور ایک تنسیلیٹی کے رہ گئی ہے نہ بطور حقیقی مذہب کے۔

اس سلسلہ میں عیسیٰ صاحب نے آریہ مذہب کے متعلق فرمایا۔ کہ میں اسے مذہب نہیں کہتا ایک پولیٹیکل باڈی سمجھتا ہوں اور اس غرض کے لئے اس کا نام مذہب رکھ دیا گیا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس سد اتحاد سے پھر سلسلہ کلام شروع ہو گیا

حضرت۔ پولیٹیکل اغراض کے لئے بھی اجتماع ہو جاتے ہیں۔ مگر حقیقی اتحاد حقیقی مذہب ہی پیدا کرتا ہے جب تک اصولی اتحاد نہ ہو کوئی اتحاد اتحاد نہیں کہلا سکتا۔ خدا اور رسول کے متعلق جب تک اتحاد نہ ہو اتحاد کی روح نہیں پیدا ہوتی۔ اس لئے انسان کی اصل بنا حقیقی مذہب کی پر دی ہے ؛

عیسائی۔ مذہب پالٹیکس سے الگ نہیں ہو سکتا۔ (حضرت) یہ جذبات ہے لیکن مذہب کی بنیاد پالٹیکس پر نہیں ہو سکتی۔ مذہب میں پالٹیکس کا حصہ بھی ہوتا ہے اور مذہب کی بنیاد پالٹیکس پر ہونا امر دیگر ہے حقیقی مذہب کی بنیاد پالٹیکس پر کبھی نہیں ہوتی مذہب کی اصل غرض کچھ اور ہوتی ہے اور وہ خدا کی معرفت اور محبت کا پیدا کرنا اور انسان کے اخلاق کو درست کرنا ہے۔

عیسائی۔ یہ درست ہے مذہب کی بنیاد پالٹیکس پر نہیں ہونی چاہیئے مگر آریہ سماج کو قریب سے دیکھا ہے کہ وہ دراصل پولیٹیکل باڈی ہے پھر اس مقام پر تھوڑی دیر تک مختصر سا سلسلہ کلام رہا کہ آریہ شدھ کرتے ہیں۔ لیکن وہ درجہ اور عرفان کو نہیں دیتے کھانے پینے اور بیاہ شادی کے مشکلات پیش آجاتے ہیں عیسائیوں میں کچھ شک نہیں ایک حد تک آریوں کے مقابلہ میں ترقی ہے مگر ان کے بھی بعض گرجوں میں امتیاز قائم ہیں نشستیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ لیکن اسلام اس تفرقہ کو بالکل اٹھا دیتا ہے۔ کوئی امتیاز باقی نہیں رہنے دیتا۔ (عیسائی) بے شک اسلام اس بات میں سبقت رکھتا ہے کہ مسجدوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ اصل میں مذاہب کے تخالف نے بہت نقصان پہنچایا ہے ؛

حضرت۔ اسلامی مساجد تو اس حد تک آزاد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے طرز عمل سے دکھایا کہ نصاریٰ نجران کو اپنی مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت دیدی۔ اور یہ طریق تھا کہ مذاہب کے تخالف کو دور کر کے ان میں ایک اتحاد پیدا کر دیا جاوے۔ اور عقاید حقہ پر انہیں ایک کیا جاوے۔

عیسائی۔ وہ وقت نہ تھا کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف لانا چاہتے تھے۔ حضرت وہ وقت تو ایسا تھا کہ اسلامی فتوحات ہو چکی تھیں عیسائی۔ آنحضرتؐ کا خیال تھا کہ کسی نہ کسی طرح عیسائیوں کو اپنے ساتھ ملا لیں۔ اس لئے ایسی اجازت دیدی ہوگی ؛

حضرت یہ تو اب بھی ہم چاہتے ہیں اور نہ صرف عیسائیوں کے لئے بلکہ کل دنیا کو چاہتے ہیں کہ وہ اسلام میں داخل ہو جاوے۔ مگر آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان امور میں جو انسان مذہباً کرتا ہے بینت پر بحث نہیں ہونی چاہیئے۔ اس طرح پر اگر ہر بات میں اغراض نکالے جاویں تو دنیا میں نہ کوئی نیکی رہ سکتی ہے نہ کوئی اخلاق نہ احسان ایک شخص باپ کو کہہ سکتا ہے کہ محض شہوت رانی کے لئے اس نے ایک فعل کیا اس کا کیا حق باقی ہے یہ نہایت ہی مکروہ اور غلط طریق ہے اس طرح نیکیوں کو ضائع کرنا ہے اور تمام اچھی باتوں کو معدوم کرنا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر شخص کو بھی فائدہ پہونچتا ہے مگر اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ محض اپنے فایدہ کے لئے ایسا کیا درست نہیں آپ جو کہتے ہیں کہ مذاہب کے تخالف نقصان ہے اگر ایک ہو جائیں تو آپ کو فائدہ پہونچیگا یا نہیں (عیسائی) ہاں۔ حضرت تو کیا یہ کہ سکتے ہیں کہ آپ ذاتی غرض اور فائدہ کے لئے ایسا کہتے ہیں۔ پس جہاں وسیع فائدہ کو مدنظر رکھا جاوے وہاں ذاتی فائدہ کے خیال کو چھوڑ دیا جاتا ہے اگر اسے نہ پیچھے لایا جاوے تو دنیا میں نہ کوئی نیکی رہتی ہے اور نہ اخلاق نہ کوئی باپ باپ اور ماں ماں۔ اور کوئی تعلقات قائم نہیں رہ سکتے سارا نظام تمدن اور اخلاق کا درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر ایک مذہب والا اپنے آپکو سچا سمجھتا ہے کہ وہ مذہب خدا کی طرف ہے تو اس کی یہ غرض لازمی ہے کہ وہ چاہے کہ ساری دنیا اس میں شامل ہو اگر اس میں یہ خواہش اصل یہ غرض نہیں تو اسکے یہی معنی ہیں کہ وہ اس مذہب کو خدا کی طرف سے یقین نہیں کرتا یہ تو اخلاق کا اعلیٰ مقام ہے کہ انسان جس چیز کو اپنے لئے پسند کرے اسے دوسروں کے لئے بھی چاہے پھر اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ چاہا تو یہ اعتراض کا مقام نہیں بلکہ درجہ کی خوبی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ جب یہ کہا جائیگا کہ دوسرے مذاہب یہ نہیں چاہتے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ اسلام کا بانی علیہ الصلوۃ والسلام سب سے افضل تھا۔ اور اس کی فوقیت قائم رہی کیونکہ دوسرے مذاہب والے اسی غرض کو مدنظر نہ رکھ سکے یہ خیالی ہی بات نہیں امر واقعہ بھی یہی ہے کہ آنحضرت سب سے افضل تھے کیونکہ وہ آئے ہی ساری دنیا کے لئے تھے اور ہمیشہ کے لئے تھے باقی نبی جو آیا کرتے تھے وہ ایک مخصوص قوم یا ملک کے لئے آتے تھے اسی وجہ سے ان کی ہمت اور استعداد کا دائرہ اتنا وسیع نہیں تھا۔ جس قدر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ مگر یہاں صرف یہ سوال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نصاریٰ نجران کو اپنی مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت دی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی تھی اور میں نے اصولی طور پر آپ کو بتا دیا ہے کہ یہ اعتراض بالکل غیر معقول ہے۔ حقیقی مذہب کی یہ پہلی خوبی اور پہلا اصول ہے کہ مذہب میں سے تنگدلی دور ہو۔ اور یہ بڑا زبردست اور عملی ثبوت ہے کہ اسلام نے نہ صرف تنگدلی کو دور کیا۔ بلکہ وسعت حوصلہ کا ثبوت اور اس کو ذاتی غرض کہنا بڑی غلطی ہے۔ ایسے معاملات میں نیت پر حملہ درست نہیں ہوتا مثلاً شادی کے متعلق کچھ رسوم ہیں۔ جن پر بہت سا روپیہ ضائع ہو جاتا ہے لیکن ایک شخص جرأت کر کے ان رسوم کو توڑ دیتا ہے اس میں شک نہیں۔ کہ اس کو مالی فائدہ ہوگا لیکن کیا یہ اس کی اخلاقی جرأت نہیں؟

عیسائی اگر اس کا یہ خیال ہو کہ روپیہ خرچ نہ کرون تو یہ اخلاقی جرأت ہوگی

حضرت۔ یہ تو پھر اس کی نیت پر حملہ ہوگا اور یہ مکروہ بات ہے۔ اس کا روپیہ بچیگا۔ اور اسے خرچ نہیں کرنا پڑیگا۔ مگر یہ نتیجہ ہے اس بدرسم کو توڑنے کا نہ یہ کہ باعث ہے۔ اس میں آپکو فرق کرنا چاہیئے۔ کہ یہ فعل نتیجہ ہے باعث یا علت نہیں۔ اس لئے اس کو بہرحال اخلاقی جرأت ہی تسلیم کرنا پڑیگا۔ اور جبکہ وہ بخیل نہیں اور دوسرے اعمال اس کے ایسے ہیں کہ اس کی نیت پر حملہ کرنے سے بچاتے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کرو۔ وہ شخص جو بلند آواز سے کہتا ہے کہ نجات ان عقاید کے ماننے سے ہے جو میں پیش کرتا ہوں اور جو عیسائیوں کو کھول کر سناتا ہے **لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ** جو مسیح کی الوہیت کی زبردست تردید کرتا ہے۔ اور کفار کے عقیدہ کو باطل ٹھہراتا ہے اور اپنی قوم کو جو بت پرست تھی پکار کر کہتا ہے کہ تمہارے بت جہنم کا ایندھن ہیں پھر جب وہ اس تنگدلی کو جو دوسرے مذاہب رکھتے تھے دور کرنے کے لئے اپنی مسجد میں اس قوم کو (جس کے عقاید کی وہ زبردست تردید ان کے سامنے کر چکا ہے) عبادت کرنے کی اجازت دیتا کبھی ذاتی غرض نہیں کہا جا سکتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاص اور صداقت کی یہ تو ایسی زبردست دلیل ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے معترضین کو حتی کہ میور جیسے متعصب شخص کو بھی اقرار کرنا پڑا ہے اگر وہ اس طرح دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے تو ان کے لئے بہت ہی سہل اور آسان تھا کہ ان کے بتوں کی صرف مذمت نہ کرتے تو ساری قوم ان حمایت کرنے اور اطاعت قبول کرنے کو طیار تھی۔ یہ ایک صحیح واقعہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور کفار مکہ کے عمائد کا ایک وفد آیا اور انہوں نے ہر ایک قسم کے ممکن سے ممکن لالچ پیش کئے یہاں تک کہا کہ ہم **آپ کو اپنا بادشاہ بنانے کے لئے طیار ہیں**۔ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں مگر آپنے صاف الفاظ میں کہدیا کہ اگر سورج میرے دائیں اور چاند میرے بائیں رکھدو تب بھی میں اس **دعوت توحید** کو نہیں چھوڑ سکتا یہ ایک ایسا موقعہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک **عزت** حاصل ہوتی تھی اور ساری قوم سے نہ صرف صلح ہوتی تھی بلکہ اس کی **حکومت** ملتی تھی مگر آپنے ایک لحظہ کے لئے بھی اس تبلیغ اور دعوت کو نہیں چھوڑا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **غرض** اور **نیت** کے سوال کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیتا ہے۔

یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ نیت ہمیشہ اعمال سے دیکھی جاتی ہے ایک شخص کے ہاں آپ جاتے ہیں۔ وہ لاہور میں رہتا ہو اور آپکا دوست ہو اور آپ محض اس کی ملاقات کو جائیں دوسرا شخص کہدے کہ لاہور میں آئے تھے اپنے کام کے لئے یہ سمجھ کر کہ ہوٹل کے اخراجات سے بچ جائیں ملاقات کا بہانہ کر کے چلے آئے یا یہ کہدے کہ دراصل یہ اس وجہ سے آئے تھے کہ کوئی چیز اٹھا کر لے جائیں۔ تو آپ اس کو صریح نیت پر حملہ قرار دیں گے۔ کیونکہ آپکے دوسرے اعمال سے یہ ثابت نہیں۔ پس

نیت کا فیصلہ یا اعمال سے ہو گا یا وہ شخص جو کہے

ایسا ہی ایک شخص گورنمنٹ کے حکام کے پاس جا کر کہتا ہے کہ ہم تو آپ کے غلام ہیں۔ لیکن اگر اس کے دشمنوں سے ملے تو انہیں کہدے۔ کہ ہم تو آپ کے ساتھ ہیں یا حکام کے سوا دوسروں کے پاس برائیاں کرے تو اسے یقیناً خوشامدی کہنا پڑیگا۔ لیکن ایک دوسرا شخص ہے۔ جو دلیری سے حکام کی غلطیوں پر بھی انہیں آگاہ کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں تو اس پر خوشامد کا الزام لگانا نادانی ہوگی پس آپ یہ اعتراض کرنے سے پیشتر رسول اللہ علیہ وسلم کے سابق اعمال کو دیکھ لیتے تو آپ کو یہ حوصلہ نہ ہوتا۔ دیکھو مکہ معظمہ میں آپؐ تیرہ سال تک رہے اور ساری قوم مخالف تھی اور ہر قسم کی تکلیفیں اور دکھ آپؐ کی جماعت کو دیتے رہے۔ اگر صرف ملا لینا مقصود ہوتا جو ایک جتھا بنانیوالے لوگوں کا فعل ہے اور وہ نیک اور بد کی کوئی امتیاز نہیں کرتے) تو آپ **بیت القدس** کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھتے۔ بلکہ کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے۔ جس سے کفار مکہ خوش ہو جاتے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کا تو وہاں رہنا کہ انکو خوش کرنا مقصود ہوتا کہ ان کے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ باوجودیکہ ساری قوم دشمن تھی اور وہ ہر قسم کی تکالیف دیتی تھی اور اتنی بات سے خوش بھی ہو سکتے تھے مگر آپنے یہ طریق اختیار نہ کیا۔ جو ایک دنیا دار اور منصوبہ ساز انسان کے نزدیک جایز ہوتا۔ پھر آپؐ مدینہ تشریف لاتے ہیں وہاں وہ لوگ موجود تھے جو **بیت المقدس** کو اپنا قبلہ جانتے تھے۔ اور اس کی تعظیم کرتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگر کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ آپؐ اپنے مذہب کو کس طرح پھیلانا چاہتے تھے۔ اور آپکے زیر نظر کسی انسان یا قوم و جماعت کو خوش کرنا نہ تھا بلکہ محض خدا کی رضا مقصود تھی۔ اور جس کام کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ کیا تھا۔ اس کے لئے وہ کسی جماعت اور جتھے کی دشمنی یا مخالفت کی قطعاً پرواہ نہ کرتے تھے۔ یہ واقعات آپؐ کی نیت آپکے مقصد اور طریق عمل میں اخلاص اور للہیت

کے لئے زبردست گواہ ہیں۔ ایک آدمی جو نہایت غور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ان واقعات پر غور کریگا۔ اگر اس کی نظر مرنہیں گئی تو ایسے بے اختیار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑیگا۔

قرآن مجید میں یہی یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ بے وقوف لوگ اسبات پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر اس کا یہی جواب دیا ہے کہ اس سے غرض یہی ہے کہ امتحان ہو جاوے کہ کس کا ایمان پکا ہے۔

اب آپ ہی بتائیں کہ جس شخص کے ساری عمر کے یہ اعمال ہوں اور اس کی زندگی اس طرح پر گذری ہو کہ کبھی حق پہونچانے میں اس نے نہ تو کسی لالچ کی پرواہ کی ہو اور نہ کسی تکلیف نے اسے روکا ہو۔ اور راہ میں وہ کسی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔ وہ ایسی حالت میں کہ اسے فتوحات حاصل ہو چکی ہیں بادشاہ ہو گیا ہے عیسائیوں کو خوش کرنے کے لئے یہ کہدے کہ۔

مسجد میں نماز پڑھ لو

کبھی کوئی دانشمند اور سلیم الفطرۃ ان حالات میں ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتا۔ بلکہ اسے اقرار کرنا پڑیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل

ٹالرشین پھیلانے کیلئے تھا

(اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم ایڈیٹر)

اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ مساجد کی آزادی کے متعلق قرآن کریم کی تعلیم بہت زبردست ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں اس کا نشان بھی نہیں پایا جاتا۔ مساجد میں عبادت الٰہی کرنے سے روکنے والوں کو قرآن کریم نے **اظلم** قرار دیا ہے۔ ان تمام واقعات کو جو میں نے مختصراً بیان کئے ہیں اور قرآن کریم کی اس تعلیم کو بیجائی نظر سے دیکھنے کے بعد کبھی کوئی شخص ایمانداری سے یہ حملہ نہیں کر سکتا۔

(باقی وارد)

ہندوستان کی ایسی اصلاحات

حضور وائسرائے اور صاحب وزیر ہند

کی رپورٹ کا خلاصہ

وہ رپورٹ جس میں حضور وائسرائے اور صاحب وزیر ہند نے ہندوستان کی آئینی اصلاحات کے مسئلہ پر اپنی سفارشات دارائے کو قلمبند فرمایا ہے۔ بلحاظ نفس مضمون اس تاریخی دستاویز کے برابر اہمیت رکھتی ہے۔ جس میں لارڈ ڈرہم نے کینیڈا کے نظام حکومت بنیاد ڈالی تھی۔ اس رپورٹ میں سب سے پہلے ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن سے موجودہ صورت حال پیدا ہو گئی ہے۔ اور پھر اس میں طریق نظم و نسق اور وضع قوانین کی کونسلوں کے کام پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ جو مارلے منٹو کی مشہور و معروف سکیم اصلاحات کی رو سے قائم ہوئی ہیں اور اس مسئلہ کے تمام حالات پر جن میں کانگریس اور مسلم لیگ کی مجوزہ سکیم بھی شامل ہے) غور کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد پھر چند تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

قدرتی طور پر ہر شخص سب سے پہلے ان ہی تجاویز کی طرف توجہ کرے گا۔ جو اس رپورٹ میں پیش کی گئی ہیں۔ اگرچہ ان کو سمجھنے کے لئے پہلے ان کے دلائل کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اس غرض سے کہ پبلک کو ان تجاویز کے دلائل کے سمجھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع ملے۔ متذکرہ بالا تمام رپورٹ کتابی شکل میں شائع کی جا رہی

ہندوستان کے متعلق پالیسی

ہندوستان کے متعلق امپیریل گورنمنٹ (حکومت انگلستان) کی پالیسی جس کا اظہار صاحب وزیر ہند نے ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء

کو فرمایا تھا کہ ہندوستان میں ان جماعتوں کو جو حکومت خود اختیاری (سلف گورنمنٹ) رکھتی ہوں بتدریج ترقی اور روئی دی جائے۔ تاکہ ہندوستان میں ایک ذمہ دار سلف گورنمنٹ کے بتدریج قائم ہونے کا مقصد حاصل ہو سکے اور ہندوستانی سلطنت برطانیہ کا ایک مستقل حصہ قرار دیا جا سکے۔

صاحب وزیر ہند نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے جس قدر ممکن ہو معقول اور واقعی طریق پر تجاویز ہونی چاہیئے:

منٹو مارلے سکیم سے مقابلہ

یہ پالیسی اس پالیسی سے بالکل مختلف اور کہیں بڑھ کر ہے جس کی لارڈ منٹو اور لارڈ مارلے نے ۱۹۰۹ء میں قدم بڑھایا تھا۔ لارڈ مارلے نے اس خیال کی نہایت زور سے تردید کی تھی۔ کہ ان کی تجاویز کسی طرح بھی جمہوری حکومت کی طرف قدم بڑھانے والی ہیں لیکن اب صرف ۱۹۰۹ء کے طریق کو ترقی دینا موجودہ صورت کے لئے مناسب حال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صورت حال اس امر کی مقتضی ہے کہ ذمہ دار سلف گورنمنٹ کے لئے فوراً کوئی تجویز عمل میں لائی جاوے۔ اور اس کی توسیع کے لئے گنجائش رکھی جائے

تجاویز:

(۱) سب سے پہلی تجویز یہ ہے۔ کہ ہر ایک صوبہ کو بجائے خود ایک علیحدہ خود مختارانہ حیثیت دے دی جائے۔ اور پردنشل صوبہ کا بجٹ حکومت ہند گورنمنٹ آف انڈیا کے بجٹ بالکل علیحدہ کر دیا جائے اور موجودہ صورت میں جو مختلف منقسم شدہ مالیت بجٹ میں ہوتی ہیں ان کی بجائے صرف ایک مقررہ رقم خزانہ شاہی میں ہر ایک صوبہ کی گورنمنٹ ادا کرے۔ وہ اس رقم معینہ کے ماسوا ایک صوبہ کی گورنمنٹ کو اپنے مالی معاملہ کے تصفیہ کا پورا اختیار ہوگا اور کو قرض لینے اور ٹیکس کے لگانے کے کچھ اختیارات بھی حاصل ہوں گے اس طریق سے انتظامی اور قانونی امور میں ایک حقیقی تفویض اختیارات عمل میں آجائیگی۔

(۲) نظام حکومت کے لئے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ تمام صوبجات میں ایک گورنر ہو جس کے ساتھ ایک انتظامی کونسل بھی مقرر کی جائے انتظامی امور میں حاکم اعلےٰ گورنر ہوگا جس کے انتظامی کونسل دو ممبروں کی ہوگی۔ کونسل ممبروں میں سے ایک انگریز ہوگا اور دوسرا ہندوستانی اور یہ دونوں ممبر گورنر خود نامزد کرے گا ایگزیکٹو کونسل (مجلس انتظامیہ) کے ساتھ ایک یا زیادہ وزراء ہونگے جن گورنر مجلس واضع قوانین کے منتخب شدہ ارکان میں سے نامزد کریگا۔ اور کونسل کی میعاد تک اس کے ممبر ہوں گے

(۳) نظم و نسق کے متعلق تمام معاملات دو حصوں میں منقسم کر دیئے جائیں گے۔ (۱) امور خصوصی (۲) امور عامہ۔ خصوصی کا انتظام گورنر بااجلاس کونسل فرمادیں گے اور امور عامہ کا انتظام گورنر اور ان کے وزراء کے ہاتھ میں ہوگا۔ امور خصوصی اور امور عامہ کے درمیان طریق تشخیص قدرتی طور پر ہر ایک صوبہ کے لئے علیحدہ علیحدہ ہوگی۔ جس کا فیصلہ ایک کمیٹی کرے گی اس کمیٹی کا ایک پریذیڈنٹ ہوگا۔ جو ہندوستان کے باہر سے آئیگا۔ اور اس کے دو ممبر ہونگے۔ جن میں سے ایک انگریز افسر ہوگا اور غیر سرکاری ہندوستانی:

وہ محکمہ جات جو تمدنی طور پر اس تقسیم میں امور عامہ کے ماتحت آسکتے ہیں۔ مفصلہ ذیل ہوں گے۔ صوبہ کی اغراض کے لئے ٹیکس۔ لوکل سلف گورنمنٹ تعلیم تعمیرات زراعت سائیزاور مقامی صنعت و حرفت۔

گورنمنٹ اس ضروری حد تک جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ قانونی مجالس کے سامنے جوابدہ ہوگی:

(باقی آئندہ)

موجودہ جنگ میں پچھلی تاریخ ڈاک اور محکمہ خبر رسانی

گذشتہ سے پیوستہ ص ۳

ڈاک کے راستے میں نے پچھلے نمبر میں ناظرین الحکم کو ڈاک کے مختصر حالات بتلائے تھے۔

اب میں بتلاتا ہوں کہ راستوں اور سڑکوں کا کیا انتظام تھا سڑکوں کا خاص انتظام تھا۔ جو کہ مرکز خلافت سے شروع ہو کر غیر ملکوں کی سرحدوں سے جا ملتیں تھیں۔

عام راستہ کی چند منزلیں بنائی گئیں تھیں اور ہر منزل میں چند دم لینے کی جگہیں تھیں جنکو چوکی کہا جاتا تھا۔ ہر چوکی پر تازہ دم گھوڑے اور اونٹ تیار رہا کرتے تھے۔ ڈاک کے ہرکارے جب ان چوکیوں پر ڈاک لیکر پہنچتے فوراً نئے گھوڑوں یا اونٹوں کو جو تازہ دم ہوتے بدل لیتے

آخر کام اسقدر ترقی کر گیا۔ ۱۵۹۱۰۰ دینار سالانہ اخراجات ہونے لگے

ڈاک کی خبر ڈاک کے گھوڑے یا اونٹ جب چلتے تو ان کے گلوں میں گھنٹیاں لٹکا دی جایا کرتی تھیں جب وہ چلتے تھے تو ان میں سے نہایت عمدہ آواز نکلتی تھی جس کو عرب لوگ بقبقہ البرید کہتے تھے موجودہ زمانے میں ڈاک کے پہنچانے والے کے پاس ایک بگل ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ راستہ صاف کراتا ہے اور اپنے آنے کی اطلاع ڈاکخانے میں دیدیتا ہے مگر اس وقت صرف گھنٹیوں کی آواز سے یہ سب کام لئے جاتے تھے۔ دور سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ ڈاک آرہی ہے۔

ڈاک اور ذرائع اس کے علاوہ سنہ کے ماتحت سے بھی ڈاک بھیجی جایا کرتی تھی۔ اور یہ کام نہایت مضبوط کشتیاں کرتیں تھیں جنکو فلیلیں میں بند کر کے ٹانک لیا جاتا تھا۔ ہر ہفتہ آفسوں میں روانہ کی جاتی تھیں

پیدل ہرکارے اسی طرح خاص خاص ڈاکیں ہرکاروں کے ذریعے روانہ کی جاتی تھیں انکو سعادہ کہا جاتا تھا۔ یہ ہرکارے چھوٹے بدن کے بدوی ہوتے تھے یہ چلنے میں بڑے ماہر تھے تین تین منزلیں ایک ہی دن میں طے کر جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سعادہ گروہ سب سے پہلے معز الدولہ نے قائم کیا۔ اس نے عباسی حکومت میں بغداد کے اندر اس گروہ کو قائم کیا معز الدولہ کے عہد میں دو سو ساٹھ تیز تھے۔ ان سے زیادہ کوئی نہیں بڑھ سکا۔ ایک کا نام فضل اور دوسرے کا نام مرعوش تھا۔

Digitized by Khilafat Library.

نامہ بر کبوتر کبوتروں سے نامہ بری کا کام بھی مسلمانوں نے بڑی عمدگی سے لیا۔ عرب اس صیغہ کو بہت کارآمد خیال کرتے تھے اور ان کی توجہ اس صیغہ کی طرف بہت بٹ گئی تھی۔ اور انہوں نے بیشمار کبوتر اس غرض سے پال رکھے تھے۔ اور یہ ایک جداگانہ محکمہ کہلاتا تھا

بالکل نیا طریق منجملہ ان طریقوں کے ایک یہ بھی تھا کہ بانس کے ایک ٹکڑے کے ساتھ خط لکھ کر باندھ دیا جاتا تھا اور وہ بانس گھاس کے ایک گٹھے میں خوب عمدہ طریق سے باندھ دیا جاتا تھا۔ اور گٹھے کو پانی کے بہاؤ پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس طرح اگے خط لینے والا شخص ہر وقت موجود رہتا تھا۔

تیروں کے ذریعے ڈاک جنگ کے خطرناک وقتوں میں تیر کے پیکان پر خاص الفاظ میں خبر لکھ کر تیر کو منزل مقصود کی طرف پھینک دیا جاتا تھا۔ مگر یہ صورت عامۃ جاری نہ ہونے اور مقصود ہونے کے وقت بہت کم آتی تھی۔

اس کے علاوہ اور قسم کے قاصد بھی ہوتے تھے۔ خلفاء کی ڈاک خاص تفصیلوں میں بند کی جاتی اور ظریفہ خود یا کوئی خاص معتمد اس کو کھولتا۔

(شیخ محمود احمد)

Digitized by Khilafat Library

پریس کمیونگ

صاحب اکونٹنٹ جنرل پنجاب کو اطلاع پہنچی ہے کہ پھٹے ہوئے یا میلے ایک روپیہ کے نوٹ بازار میں نہیں چلتے۔ اس لئے تمام افسران خزانہ و ایجنسیان بنگال بنک لاہور و شملہ کے نام ہدایت جاری کی گئی ہے کہ لوگوں کو تکلیف سے بچانے کے لئے اس امر کا انتظام کیا جاوے کہ پھٹے ہوئے یا میلے ایک روپیہ کے نوٹ جس قدر خزانوں اور ضلعوں میں پہنچیں ان کو فوراً جلا کر ان کی جگہ نئے اور پورے نوٹ جاری کئے جاویں اور کوئی پھٹا ہوا اور میلا نوٹ پبلک کو نہ دیا جاوے

الحکم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چھٹا مہینہ ختم کر رہا ہے۔ بقایا دار اپنا اپنا حساب صاف کریں (مینجر)

درخواست دعا

عزیز محمد ابراہیم علی جو کہ پہلے عمارہ میں انڈین جنرل ہسپتال میں کام کرتا تھا اب وہاں سے بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ وہاں سے روانگی کے وقت کے خطوط میں مخلصین الحکم سے اپنی صحت و عافیت کے لئے دعا کا خواستگار ہے مجھے امید ہے کہ محبین الحکم اپنے عاشرم کو جو اتنے دور سے درخواست کرتا ہے۔ ضرور خاص خاص فقرون پر یاد رکھیں گے

(خاکسار شیخ محمود احمد)

(۲)

سلسلہ کے مخلص اور معزز شاعر مولوی ثاقب مالیر کوٹلوی نواب خانصاحب

ابھی تک علیل چلے جاتے ہیں احباب ان کے لئے بھی تخلص دل سے دعا فرماویں ۔ کاتب غلام محمد صاحب دہلوی جو بیمار ہیں احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرح صدر بخشے

تحفۂ صادق

حضرت مفتی محمد صادق صاحب سابق مبلغ امریکہ مشنری انگلستان کو الحکم کے ساتھ ہمیشہ محبت رہی ہے اور انہوں نے ہمیشہ اس کے ساتھ عملی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ انگلستان میں بیٹھے ہوئے الحکم کے اجرا کی خبر نے انہیں از بس محظوظ کیا ہے اور اس کی امداد کے لئے مفتی صاحب کے قلم نے جنبش کی ہے مفتی صاحب قبلہ نے یہ وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ الحکم کے لئے خاص مضامین لکھتے رہیں گے۔ اور اس کی پہلی قسط انہوں نے بھیجدی ہے یہ مضامین تحفہ صادق کے عنوان کے نیچے شائع ہوا کریں گے۔ اور ہمیشہ یہ مضمون ایک ہی پرچے میں ختم کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو شائع کر دیا جایا کریگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ چونکہ ایک مستقل رپورٹ تبلیغ ولایت کی ہوا کریگی اس لئے اگر خاص احباب چاہیں گے تو اس کی زاید کاپیاں بھی شائع ہو جایا کریں گی۔ وہ لوگ جو حضرت مفتی صاحب کے کام سے دلچسپی رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ سلسلہ کا وہ عظیم الشان کام جو انگلستان میں ہو رہا ہے اس کی رپورٹ کثرت سے شائع ہوا کرے وہ از قبل وقت سے مجھے اطلاع دیدیں تاکہ اس قدر کاپیاں ان کے نام اصلی لاگت پر بھیجدی جایا کریں۔ پہلا مضمون ۲۰ جولائی ۱۹۱۸ء کے الحکم میں شائع ہوگا۔ اس لئے ناظرین الحکم سے درخواستیں بھیجدیں۔ اس نمبر کی قیمت ۴ رہوگی۔ ایسی رپورٹوں کو کثرت سے پھیلانا چاہیئے۔ یہ رپورٹ نہایت جامع ہے الحکم اس قسم کے مضامین کے لئے مخصوص ہوگا اس لئے جو احباب چاہتے ہیں کہ وہ ان حالات کو دلچسپی سے پڑھیں وہ الحکم کے خریدار ہو جاویں ۔ ایڈیٹر۔